بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور
مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مارچ 2018ء / جمادیٰ الاخریٰ 1439ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 3

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلس ادارت

سر پرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

- متقین کے اَوصاف
- تعاونِ باہمی کی اہمیت
- حضرت خُبیب بن عدی انصاریؓ
- کرنے کا اصل کام جو ہماری جماعتیں نہیں کر رہیں
- عہدِ جدید کی خوف ناک غلامی کا طوق
- موت کی اصل حقیقت
- ایک بُڑھیا کی دلیری سلطان کے سامنے
- معیشت کا جوس
- چین جاپان تعلقات کی نئی صبح
- انسانی زندگی کے مراحل
- عقل کی اہمیت اور اس کو نقصان پہنچانے والی چیزیں
- حُبِّ جاہ اور شہرت پسندی کے نتائج
- سرمایہ داری نظام کے آلہ کار اور محافظ
- افتتاحی تقریب مرکزی جامع مسجد رحیمیہ صادق آباد
- حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کا سانحۂ ارتحال
- مولانا سیّد نصیر الدین دہلویؒ
- تقریبِ تکمیل بخاری شریف
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا:

’’تعلیم میں بھی ہمیں بچوں کی استعداد کے مطابق کام لینا چاہیے۔ جن کا ذہن اور دماغ معمولی ہو، انھیں ضروریات کی معمولی تعلیم دے کر کسی کام میں لگنے کا مشورہ دینا چاہیے اور تھوڑے لوگ جو موزوں ہوں، ایسے بھی ضروری ہیں، جو (دینی علوم میں) کمال حاصل کریں اور ان میں سے تھوڑی تعداد اس کمال کی اشاعت پر ہی کمر بستہ ہو جائے۔ باقی اَور (دیگر دُنیاوی) اُمور کی طرف متوجہ رہیں کہ جب دنیا میں رہنا ہے تو دنیاوی امور پر قابو رکھنا بھی اسلامی شعار اور قومی جذبہ ہے اور نیت کے درست ہونے سے عبادت شمار ہو سکتا ہے۔‘‘

(مجلس ۶ رمحرم الحرام ۱۳۶۸ھ / 8 رنومبر 1948ء بروز: سوموار۔ مقام: رام پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 367، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ’’ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور‘‘ اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

متقین کے اَوصاف

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (3:2)

(جو بے دیکھی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ اور جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

اس آیتِ مبارکہ میں متقین کے اَوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں جو صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اُن میں آپؐ کی صحبت سے تقویٰ پیدا ہوا۔ ان حضرات کے تین بنیادی اَوصاف اس آیتِ مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ ہر انسان کے تین پہلو بنیادی اہمیت رکھتے ہیں: ایک اُس کا دل، دوسرا اُس کا بدن اور تیسرا اُس کی حاجات وضروریات کو پورا کرنے کے لیے مال۔ اس آیتِ مبارکہ میں انھی تین دائروں سے متعلق متقین کی درجِ ذیل تین بنیادی خصوصیات بیان کی جارہی ہیں:

1۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (غیب پر یقین رکھتے ہیں۔): جو چیزیں بہ ظاہر انسان کے عقل اور حواس سے پوشیدہ ہیں، ان سب کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے اِرشاد کی وَجہ سے اپنے دل میں حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ انسان کا دل اس کے بدن کا مرکزی حصہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک ایسا نورانی نقطہ موجود ہے، جس سے معرفتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اصطلاح میں اسے ''حجرِ بحت'' کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد تمام انسانوں کی روحوں سے ایک میثاق ''عہدِ اَلست'' کی صورت میں کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں انسان کی روح میں ایسا نورانی نقطہ پیدا ہوا کہ وہ اپنے خدا اور اُس کے قائم کردہ غیبی نظام پر یقین حاصل کرنے کی استعداد کے قابل ہوا۔ دنیا میں آکر انسانوں پر حیوانی اور دُنیاوی عقلی تقاضے غالب آجاتے ہیں تو وہ اس نورانی نقطے کے تقاضوں سے غافل ہوجاتے ہیں۔ یہ غفلت تبھی دور ہوتی ہے، جب اعلیٰ درجے کے انسانوں یعنی حضرات انبیا علیہم السلام اور اُن کے سچے متبعین کی صحبت سے انسانوں کے قلب میں موجود نورانی لطیفہ صاف اور روشن ہوجاتا ہے۔ اُن کی اس فطری استعداد کے روشن ہونے کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل وجان سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے قائم کردہ غیبی نظام پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ کسی کام پر پختہ یقین ہی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ قرآنی تعلیمات کے سبب یقین کا سفر جاری رہتا ہے۔

قرآن حکیم سب سے پہلے نبی اکرمؐ کے قلبِ اطہر کے اسی نورانی نقطے پر نازل ہوا۔ پھر آپؐ کی صحبت کی برکت سے روشن فطرت والے صحابہ کرامؓ کے قلوب میں منتقل ہوا۔ کامیاب انسان وہی ہیں، جن کے دل روشن ہیں اور اس روشنی کی مدد سے وہ خدا کے غیبی نظام پر یقین رکھتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کی صحبت سے صحابہ کرامؓ کے دلوں سے غفلت کے پردے چاک ہوئے اور اُن کا قلب صاف شفاف ہوا۔ ان میں عالَمِ بالا سے نازل ہونے والے قرآنی احکامات پر دل وجان سے پورا یقین پیدا ہوا۔

2۔ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (نماز کو قائم رکھتے ہیں۔): جب انسانی قلب کا تعلق اس نورانی نقطے کے ذریعے سے عرشِ الٰہی اور ذاتِ خداوندی سے ہوجاتا ہے تو پھر اس کی شفافیت برقرار رکھنے اور اس رابطے کو مضبوط بنانے کے لیے نماز بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نماز دراصل انسانی دل کا ذاتِ خداوندی کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ جیسے عرشِ الٰہی کے اردگرد فرشتے صف باندھ کر اجتماعی طور پر اُس کی تسبیح وتحمید اور دنیا میں انسانوں کی مغفرت اور خدا کی رحمت کی وسعت کی دعا مانگتے ہیں، ایسے ہی متقی انسان بھی خانۂ کعبہ کے اردگرد یا اُس کی طرف رُخ کر کے باجماعت نماز قائم کرتے ہیں۔ جس میں وہ بدنِ انسانی کی تمام حالتوں میں پوری طرح خشوع وخضوع پیدا کرتے ہوئے اللہ کی تسبیح وتحمید، آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے بدن کی تمام تر صلاحیتوں کو مہذب بنا کر انسانی معاشرے کو منظّم بنانے اور اجتماعی طور پر کامیاب کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ نماز انسانوں میں جہاں اللہ کے ساتھ ربط وتعلق اور اس سے مناجات کا ذریعہ بنتی ہے، وہیں نمازیوں میں اجتماعی ڈسپلن، نظم وضبط، جماعتی طاقت اور قوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس سے اجتماعی تقاضوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

3۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (جو ہم نے اُن کو روزی دی ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔): انسان چوں کہ معاشی احتیاجات رکھتا ہے، اس لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں اللہ نے وسائلِ معاش رکھے ہیں۔ انسان ان معاشی وسائل کے حصول کے لیے محنت اور جدوجہد کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اُسے رزق عطا ہوتا ہے۔ انسانوں کے درمیان موجود اُنس ومحبت کے جذبے کے تحت فطرتِ انسانی تقاضا کرتی ہے کہ تمام انسانوں کی حاجات کی تسکین ہو۔ جب ایک انسان اپنی جسمانی محنت سے کمائے ہوئے مال کو اللہ کے حکم سے دوسرے انسانوں پر خرچ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے تو دراصل وہ اپنی روح کے اُسی نورانی نقطے کے فطری انسانی جذبے کو تسکین دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک متقی فرد کے قلب میں ذاتِ خداوندی کے ساتھ ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے۔ اپنے کمائے ہوئے مال کو دوسرے انسانوں کی حاجات کی تسکین کے لیے خرچ کرنے سے ایک مضبوط انسانی اجتماعیت اور طاقت ور جماعت وجود میں آتی ہے۔ انسانوں میں اجتماعی جذبہ بیدار ہوتا ہے اور وہ حقوقِ انسانی کو ادا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوجاتے ہیں۔

نبی اکرمؐ کی صحبت اور قرآن حکیم کی تعلیمات کے نتیجے میں مکہ مکرمہ میں ایسی جماعت تیار ہوگئی تھی، جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ملکوتی اور غیبی نظام پر یقین پیدا ہوا۔ اُن کے اعضا وجوارح میں نماز قائم کرنے کی پختگی پیدا ہوئی۔ اور انھوں نے اپنے محنت ومشقت سے کمائے ہوئے مال کو انسانی خدمت کے لیے وقف کردیا۔ جس جماعت میں یہ تین اوصاف پائے جائیں، وہ یقیناً متقی جماعت ہے۔ تمام انسانوں کے لیے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے غیب پر ایمان، نماز باجماعت کا قیام اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کا جذبہ بیدار کرنے سے ہی تقویٰ کا حصول ممکن ہے اور یہی دُنیوی اور اُخروی فلاح وکامیابی کا راستہ ہے۔ ○

www.rahimia.org

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

تعاونِ باہمی کی اہمیت

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ: "مَاعِنْدِي." فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَّحْمِلُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهٖ." (مسلم، حدیث 1893)

(حضرت ابن مسعود انصاریؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری اُونٹنی تھک کر چُور ہوگئی ہے۔ میری سواری کا بندوبست کردیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "میرے پاس تو نہیں ہے۔"

اس پر ایک شخص بولا کہ: "اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایسا آدمی بتاتا ہوں، جو اس کو سواری دے دے گا۔" رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو شخص کسی کو کسی نیک کام کرنے کا راستہ بتلائے، اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس کام کے کرنے والے کو ملے گا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں چند امور قابلِ توجہ ہیں:

1۔ جب کوئی انسان کسی مشکل میں مبتلا ہو تو دوسرے کو چاہیے کہ وہ اس کا تعاون اور مدد کرے۔ یہ رویہ ان معاشروں میں ہوتا ہے، جن میں اجتماعیت، عمدہ اخلاق، تعاونِ باہمی اور انسانی قدر و منزلت کو اہمیت حاصل ہو۔ وہ معاشرے جو سرمایہ پرستی کے اصول پر قائم ہوتے ہیں، وہاں اس طرح کے عمدہ اخلاق جڑ نہیں پکڑ سکتے۔

2۔ سواری انسان کی بنیادی ضرورت ہے جو اسے مہیا ہونی چاہیے۔ سواری کی ضرورت پیش کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے، بلکہ جواب میں اپنا عذر پیش کیا۔ رسول اللہؐ کے اس طرزِ عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت سواری ہے۔ جو اسے میسر ہونی چاہیے۔ ایک حدیث میں نبیؐ نے کسی انسان پر دنیا میں اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اچھی سواری کو قرار دیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ آج ہمارے ہاں اسلام کے نام پر جو معاشرہ قائم ہے، وہ انسانوں کی ان بنیادی ضرورتوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے؟ آج آمد و رفت کے وسائل و ذرائع تو متعدد ہیں اور بہت ترقی یافتہ ہیں، جہاز تک ہیں، لیکن یہ ذرائع بہت محدود طبقے کے لیے ہیں اور قوم کی اکثریت ایسی سواریوں کو استعمال کرنے پر مجبور ہے جو نہایت تکلیف دہ ہیں۔ اور ایک طبقہ تو ایسا بھی ہے جو کسی بھی طرح کی سواری کے استعمال کے لیے بھی مالی طاقت نہیں رکھتا۔

3۔ سواری کے حصول کے وسائل مہیا کرنا' ریاست کی ذمہ داری ہے۔ نبیؐ کے سامنے ایک شخص اپنی یہ ضرورت پیش کرتا ہے اور حضورؐ (ریاست کے سربراہ) اپنا عذر تو پیش کرتے ہیں، مگر اس کے حق کی نفی نہیں کرتے، بلکہ اس کے حصول کی رہنمائی کرنے والے کو گراں قدر اجر کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ریاست ایسی ہونی چاہیے جو انسانوں کی ان بنیادی ضرورتوں کو فراہم کرنے کی ذمہ دار بنے۔

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت خُبیب بن عدی انصاریؓ

حضرت خُبیب بن عدی انصاریؓ بدری صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ریاستِ مدینہ کے حفاظتی مقاصد کے لیے ایک دستے میں بھیجا، جس کو بنولحیان کے دوسو ماہر تیر اندازوں نے گھیر لیا۔ باقی لوگ مارے گئے، مگر حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ بن دثنہ کو گرفتار کرلیا اور مکہ میں بیچ ڈالا۔ یہ واقعہ جنگِ بدر کے بعد ظہور میں آیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا۔ کیوں کہ حضرت خبیبؓ نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا اور انھوں نے حضرت خبیبؓ کو اپنے پاس قید میں رکھا۔

حارث کی بیٹی نے بتایا: جب لوگ ان کے قتل کے لیے جمع ہوئے تو خبیبؓ نے زیرناف صفائی کے لیے اُسترا مانگا۔ چناں چہ میں نے ان کو اُسترا دے دیا اور میں غفلت میں تھی کہ میرا بچہ ان کے پاس چلا گیا۔ میں نے خبیبؓ کے زانو پر اپنے بچے کو بیٹھا دیکھا اور اُسترا اُن کے ہاتھ میں تھا تو میں دیکھ کر گھبرا گئی اور میرے ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ خبیبؓ نے میرے چہرے سے پہچان لیا اور کہا: "کیا تم اس بات سے ڈر رہی ہو کہ میں اس بچے کو مار ڈالوں گا؟ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔" حارث کی بیٹی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اور اللہ کی قسم! ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ خُبیب کے ہاتھ میں تھا اور وہ انگور کھا رہے تھے، حال آں کہ وہ زنجیروں میں بندھے تھے اور اس وقت مکہ میں وہ پھل نہ تھا۔ وہ کہتی ہے کہ: یہ رزق من جانب اللہ تھا، جو اللہ نے ان کو دیا تھا۔ پھر جب لوگ حرم سے باہر چلے گئے، تاکہ ان کو حرم کے باہر قتل کریں تو خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ تو انھوں نے چھوڑ دیا اور دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر کہا: "اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ مجھے قتل کا خوف ہے تو میں بہت لمبی نماز پڑھتا۔ اور اے اللہ! ان کافروں کو گن گن کر مار۔"

(مرتے وقت حضرت خبیبؓ نے اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ درجِ ذیل ہے:)

1۔ میں حالتِ اسلام میں شہید کیا جا رہا ہوں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں جس پہلو پر بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پچھاڑا جاؤں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے اعضا کے ٹکڑوں میں برکت دے دے۔

2۔ ان لوگوں نے مجھے موت اور کفر کے درمیان اختیار دیا، حال آں کہ موت کفر سے بہتر ہے۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، لیکن یہ کسی گھبراہٹ کی وجہ سے نہیں بہہ رہے۔

3۔ میں دشمن کے سامنے عاجزی اور گھبراہٹ ظاہر کرنے والا نہیں ہوں۔ کیوں کہ مجھے تو اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے۔

پھر ان کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت خبیبؓ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے مسلمان قیدیوں کے لیے قتل کے وقت دو رکعت نماز کی سنت جاری کی۔ جسمانی طہارت حاصل کی۔ نظریے پر استقامت دکھلائی اور جنگی تقاضوں و سماجی ذمہ داریوں کا فرق واضح کیا۔

www.rahimia.org

شذرات

کرنے کا اصل کام جو ہماری جماعتیں نہیں کر رہیں

کسی بھی معاشرے میں موجود سچی جماعتوں اور حقیقی لیڈرشپ کو ان سے وابستہ افراد کے جذبات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی ذہنی و اَخلاقی استعدادِ کار کو نکھارنا اور ان کے فکر و عمل کی دنیا کو آباد کرنا انھیں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ''لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی مثل ہوتے ہیں۔ جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے، وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے جماعتِ صحابہؓ کی تربیت میں ان کے مزاج، نفسیات اور عادات کی رعایت رکھتے ہوئے ان کی صلاحیتوں، خاصیتوں، اوصاف اور رویوں کو نکھار کر ان کی جامع تربیت فرمائی۔ جس سے ان کے سوچنے، سمجھنے کے ڈھنگ میں تبدیلی واقع ہوگئی۔ جس کے باعث حضرت عمر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما جیسے صحابہؓ اسلام کے لیے ڈھال اور طاقت بن گئے۔ قرآن حکیم کے فلسفہ تربیت میں اس آیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (62:2) (اللہ تعالیٰ نے اَن پڑھ لوگوں میں انھیں میں سے ایک رسولؐ کو بھیجا جو لوگوں کو اللہ کی آیتیں سناتے ہیں۔ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور ان کو پاک و صاف کر دیتے ہیں۔)

اس آیت میں نظریات و خیالات کی درستگی اور اعمال و اَخلاق کی اصلاح اور کردار کو تربیت کے بنیادی عناصر میں شمار کیا گیا ہے۔ یعنی غلط سوچ اور نظریے سے دل کے شیشے اور دماغ کے آئینے کو صاف کر کے اس کی جگہ درست اصول و نظریات کو جگہ دی جائے۔ اَخلاقِ ذمیمہ و کردارِ رذیلہ سے ہٹا کر بلند کرداری و عمدہ اخلاق کا خوگر بنایا جائے۔

قوموں کی تربیت کا منصب انبیا علیہم السلام کی میراث ہے۔ جو اہلیت اور ذمہ داری کا کام ہے، لیکن ہمارے ملک میں بدقسمتی سے اس منصب پر زیادہ تر نااہل لوگ قابض ہیں۔ ؎

میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

ہماری قومی سیاست کی گراوٹ، مذہبی جماعتوں میں شدت پسندی کا رُجحان، مختلف جماعتوں سے وابستہ افراد کے جنونی رویے، جماعتوں میں تربیت کے کسی بھی نظام کے فقدان کی علامت ہیں۔ ہماری جماعتیں افراد کی تربیت سے زیادہ اقتدار میں اپنی شرکت کو یقینی بنانے کی جدوجہد تو کرتی ہیں، لیکن افراد کی تربیت پر اپنی طاقت کا عشرِ عشیر بھی خرچ نہیں کرتیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جماعتوں کے عام افراد کے ہاں بھی جماعت کی کامیابی کا تصور اقتدار میں آنا ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں تاریخ میں بھی کسی جماعت کی کامیابی کا پیمانہ اقتدار اور طاقت کا حجم رہتا ہے۔ اسی لیے ہمارا اپنے ماضی کی تاریخ کے بارے میں بھی یہی رویہ ہے کہ کس جماعت کا اقتدار کتنا عرصہ اور کتنے علاقے پر رہا ہے۔ تب ہی اسے کامیاب سمجھا جائے۔ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جماعتیں اپنے اقتدار اور حکومتوں کے ساتھ ساتھ اپنے وسیع تعلیم و تربیت کے نظام و اثرات، اپنے علم و فلسفہ اور علوم کی سرپرستی اور مشکل ترین حالات میں علم و فکر اور نظریے کی بقا اور تسلسل کو قائم رکھنے کی جدوجہد سے پہچانی جاتی ہیں۔

عہدِ جدید کی خوف ناک غلامی کا طوق

اگر غلامی کی متعدد تعریفات کے بعد اس کا مفہومی خلاصہ بیان کیا جائے تو یہی بنتا ہے کہ ایک شخص کو کسی دوسرے شخص یا نظام کی ملکیت میں ایسے دے دیا جائے جیسے مال و دولت کسی کے قبضے میں ہو اور اس قابض شخص یا نظام کو اس شخص پر تمام وہ اختیارات حاصل ہوں، جو کسی شخص کو اپنے مال یا جائیداد پر ہوتے ہیں۔ تو ایسی حالت کو مقبوضہ شخص کے بارے میں غلامی کہتے ہیں۔ غلامی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ یہ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف شکلوں میں رائج رہی ہے۔ دنیا میں جتنی پُرانی غلامی ہے، اتنی ہی پُرانی اس کے خلاف جدوجہد کی تاریخ بھی ہے۔ انسان اس کے خلاف برسرِ پیکار رہا ہے، لیکن غلامی کے نظام کے محافظ بھی ہر دور میں رہے ہیں، جو نت نئے بھیس میں آکر غلامی کو بھی ایک نیا روپ دیتے رہے ہیں۔

اسلام نے انسان کے جذبۂ حُریّت کی آب یاری کی اور ہمہ قسم غلامی کو انسان کے حق میں زہرِ قاتل قرار دیا۔ دنیا میں جہاں جہاں اسلام کے اثرات پہنچے، وہاں وہاں انسانی آزادیوں کا سورج طلوع ہوا۔ بال کی کھال اُتارنے والے ہمارے بعض دانش وروں نے اسلام کے عہدِ اوّل میں غلاموں کی بہ تدریج آزادی کے مسئلے کو تو موضوعِ سخن بنایا، لیکن عصرِ حاضر کی معاشی و اقتصادی غلامی کی شکلوں پر لب کُشائی مناسب نہیں سمجھی۔ کہ وہ ہمیں بتاتے کہ علم و فکر کی اس ترقی کے باوجود اس عہدِ جدید کے انسان کی گردن میں معاشی و اقتصادی غلامی کا پھندا دن بہ دن کیوں تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ بہ ظاہر آج بھی اقوام متحدہ کے چارٹر میں دنیا کے تمام انسانوں کو آزادی کے بنیادی حق کی ضمانت فراہم کی گئی ہے، لیکن پھر بھی ہمارے گرد و پیش میں جبری مشقت، انسانی سمگلنگ، چائلڈ لیبر ایسی لعنتیں موجود ہیں۔ آج سرمایہ دارانہ نظام اپنی تاریخ کے بدترین استحصالی دور سے گزر رہا ہے کہ وہ ایک طرف تو غریب ملکوں میں بین الاقوامی سطح کے موٹروے، عالی شان ایئرپورٹس، شان دار شاپنگ مالز تعمیر کر رہا ہے اور دوسری طرف ان شان دار شاہراہوں کے اشاروں پر رُکی ہوئی زرق برق گاڑیوں کے گرد بھکاریوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ عالی شان پلازوں کے سائبانوں کے نیچے مجبور اور بے کس انسانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو رہے ہیں۔ تیسری دنیا کے ممالک کی مسلسل زوال پذیر معیشتیں انسانیت کی بربادیوں کی ایک نئی تاریخ مرتب کر رہی ہیں اور ہمارے دانش ور سرمایہ داری کے اس جلتے اَلاؤ میں انسانی حقوق، جمہوریت اور آزادی کے بھاشن دے رہے ہیں۔ وہ اس نظام کی ہولناکی اور منافقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اپنے بچوں کے رزق کے چند نوالوں کے لیے در بہ در کی ٹھوکریں کھاتے انسان کی اس غلامی کے کرب کو سمجھ کر اس کی معاشی و اقتصادی آزادی کا اہتمام کرنا آج اسلام کی تعلیمات کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

موت کی اصل حقیقت

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہ البالغه'' میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ معدنیات، نباتات، حیوانات اور انسانوں میں سے ہر ایک کی صورت و ساخت میں ایک ایسا اوّل درجے کا کمال پایا جاتا ہے، جو ان میں سے کسی دوسرے کی ساخت وصورت میں نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ ظاہری طور پر ان میں سے ہر ایک (معدنی، نباتی، حیوانی اور انسانی) ساخت کو ہی اصل سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنیادی عناصر (آگ، پانی، مٹی، ہوا) جب بہت چھوٹے اور مختلف شکلوں میں ہوں تو کم یا زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مرکبات بناتے ہیں۔ (ان کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ غیر کیمیائی مرکبات:) ان کی درجِ ذیل صورتیں ہوتی ہیں:

(1) دو عناصر سے بننے والے مرکبات: جیسا کہ بھاپ (پانی اور آگ)، غبار (مٹی اور ہوا)، دُھواں (آگ اور ہوا)، گیلی مٹی (پانی اور مٹی)، کاشت کے لیے کُھدی ہوئی مٹی (مٹی اور ہوا)، انگارا (آگ اور مٹی)، ہنڈیا کے نیچے لگی ہوئی کالک (آگ اور مٹی)، شعلہ (ہوا اور آگ)۔ (2) تین عناصر سے بننے والے مرکبات: خمیر میں گندھی ہوئی مٹی (ہوا، پانی، مٹی)، کھڑے پانی پر بننے والی سبز کائی (پانی، ہوا اور مٹی)، (یا جیسے بجلی چمکتے ہوئے بادل)۔ (3) چار عناصر سے بننے والے مرکبات: اس کی بھی اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں، جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کی ہیں۔

اس طرح کے (غیر کیمیائی) مرکبات میں وہی خاصیتیں پائی جاتی ہیں، جو اُن کے (دو، تین یا چار) اجزا پر مشتمل عناصر کی اپنی ذاتی خاصیتیں ہوتی ہیں۔ ایسے مرکبات میں اپنے اجزا سے مختلف کسی نئی خاصیت کا اضافہ نہیں ہوتا۔ انھیں ''کائنات الجوّ''، یعنی آسمان و زمین کے دوران اس فضا میں پیدا ہونے والے اجزا کہا جاتا ہے۔

(ب۔ کیمیائی مرکبات: 1۔ معدنیات:) ان میں پہلا درجہ معدنیات کا ہے۔ (عناصر کے کیمیائی تعامل کے نتیجے میں) کسی معدن کی شکل وصورت وجود میں آتی ہے، جو اپنے اجزائے عنصریہ سے زائد خاصیت کی حامل ہوتی ہے۔ وہ معدنی صورت ان کیمیائی مزاج کے حامل عناصر کو یک جا کر کے اُن پر بیٹھ جاتی ہے اور انھیں اپنی سواری بنا لیتی ہے۔ اس طرح اُس میں ایک خصوصی معنوی نوع پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ صورت اور ساخت اُس کیمیائی مزاج کی حفاظت کرتی ہے۔ (مثلاً لوہا ایک ایسی معدنی نوعی صورت رکھتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی پایا جائے گا، اُس کے خواص یکساں ہوں گے۔ وہ ایک مستقل نوع کی صورت میں ہوگا۔ اُس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ جن اجزا پر وہ مشتمل ہے، اُن کی خصوصیات کو اس نے اپنی نوعی معدنی خاصیت میں محفوظ کیا ہوا ہے۔)

(2۔ نباتات:) اس کے بعد ترقی کرتے ہوئے کیمیائی مرکبات کی نئی صورت ظاہر ہوئی، جسے ''نامِویّت''، یعنی نشو ونما رکھنے والے اجسام کہا جاتا ہے۔ یہ نباتاتی صورت اور ساخت معدنیات کے کیمیائی تعامل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جسم کو محفوظ رکھتی ہے اور کائنات میں مشتمل عناصر اور دیگر اجزا کو اپنے مزاج کے مطابق تبدیل کرتے ہوئے اپنے نباتاتی جسم کا غذائی حصہ بناتی رہتی ہے۔ تاکہ اپنے نباتی وجود میں عملاً ایک خاص قسم کا نباتاتی کمال پیدا کرتی رہے۔ یہ کمال معدنی سطح پر مشتمل اجزا میں نہیں ہو سکتا۔

(3۔ حیوانات:) اس کے بعد حیوانیت کا دور آتا ہے تو حیوانی روحِ ہوائی پیدا ہوئی، جس نے نباتی سطح پر پیدا ہونے والے اجسام میں غذا کو ہضم کرنے اور جسمانی نشو ونما کی بڑھوتری کی قوتوں پر سواری کی اور اُن میں احساسات اور قوتِ ارادیہ پر مشتمل ایک نئی خاصیت پیدا کردی۔ اس حیوانی قوتِ ارادیہ کے نتیجے میں یہ جسمِ حیوانی اپنی مطلوب چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نقصان دہ چیزوں سے بچتا ہے۔

(4۔ انسانیت:) اس کے بعد انسانیت کا دور آیا۔ اس نے روحِ حیوانی یا نسمۂ ہوائی ــــ جو بدن میں تصرف کرتا ہے ــــ کو اپنی سواری بنا لیا۔ انسانیت نے آکر حیوانی قوتوں کے نفع ونقصان پر مشتمل افعال کو کنٹرول کرنے والے بنیادی اَخلاق کو اپنا ہدف بنایا۔ ان اَخلاق کو عمدہ بنانے کے لیے بہتر طریقۂ کار اور سیاست سے کام لیا۔ نیز اس کو بالائی نظام (خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے احکامات) کا جلوہ گاہ بنایا۔

اگرچہ سرسری نظر سے (انسان میں) ان مرکب در مرکب صورتوں کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے، لیکن گہری نظر سے (انسانی اعمال و افعال کو) دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان سے ظاہر ہونے والے ہر ایک کام کا (معدنی، نباتی، حیوانی اور انسانی پہلو سے کوئی ایک) منبع ضرور ہے اور وہ کام اپنی اُس صورت کے ساتھ وابستہ ہے۔ (چناں چہ حیوانی کام سرانجام دینے کے لیے حیوانیت' انسانیت کے نیچے اُسی طرح انسان میں موجود ہے، جیسے انسانی وجود سے باہر حیوانیت پائی جاتی ہے۔ اور نشو ونما سے متعلق کام سرانجام دینے کے لیے حیوانیت کے نیچے نباتی قوت اپنی اصل شان میں موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح معدنیات، پھر ہر ہر عنصر کی قوت اور خواص کو قیاس کر لینا چاہیے۔ سندھیؒ)

یہ بات واضح ہے کہ ہر صورت اور ساخت کے لیے ایک مادہ ہونا چاہیے، جس سے وہ صورت قائم ہو سکے اور مادے کا اس صورت کے مطابق اور موزوں ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صورت کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے موم کا ایک انسان بنا لیا جائے تو یہ انسانی صورت اور ساخت موم کے بغیر اور اُس سے علاحدہ نہیں ملے گی۔

موت کے بارے میں جو آدمی یہ کہتا ہے کہ انسان کے لیے مخصوص نفسِ ناطقہ یعنی روحِ ملکوتی موت پر اپنے مادے (یعنی روحِ حیوانی) کو مکمل طور پر چھوڑ دیتی ہے، اس نے غلطی کی۔ ہاں! البتہ اُس روحِ انسانی کا ایک مادہ یعنی روحِ حیوانی براہِ راست ہے اور ایک مادہ بالواسطہ ہے اور وہ جسمِ ارضی ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اُس کے جسمِ ارضی کا اُس سے جدا ہو جانا انسانی روح اور نفس کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ موت کے بعد انسانی روح' حیوانی نسمے اور روحِ ہوائی پر اپنی سواری برقرار رکھتی ہے۔ اُس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک لکھنے کے شوقین ماہر خوش نویس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں تو اُس میں لکھنے کی مہارت باقی رہتی ہے۔ اسی طرح زیادہ چلنے کے شوقین کے پاؤں کاٹ دیے جائیں تو اُس کی چلنے کی مہارت باقی رہتی ہے۔ اسی طرح سننے اور دیکھنے والا انسان اندھا اور بہرہ ہو جائے تو اُس میں سننے اور دیکھنے کی قوت موجود ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

www.rahimia.org

تاریخ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

ایک بُڑھیا کی دلیری سلطان کے سامنے

سلطان محمود غزنویؒ (971-1030ء) عالم، فقیہ اور عادل سلاطین اسلام میں سے تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں محمود غزنویؒ نے ہندوستان کے ایک بڑے علاقے کو فتح کرکے یہاں عدل وانصاف کا بول بالا قائم کیا۔ درجِ ذیل واقعہ اس پر شہادت ہے۔

سلطان محمود کے زمانے میں کوچ دبلوچ (کرمان کے پہاڑی جرگے کے قزاقوں) نے رباط اور دیرِ گچھن (اصفہان) میں ڈاکہ ڈالا۔ ایک بُڑھیا کا مال و اسباب بھی لُٹ گیا۔ اس نے سلطان سے فریاد کی: ''آپ خدا کی طرف سے ہمارے محافظ ونگہبان ہیں۔ یا میرا مال دلائیے یا اس کا معاوضہ عطا کیجیے۔'' سلطان نے کہا کہ: ''خبر نہیں دیرِ گچھن کہاں ہے۔'' بُڑھیا بولی: ''اے سلطان! اس قدر ملک فتح نہ کرو کہ ان کے جغرافیے سے واقفیت نہ رہ سکے اور انتظام نہ ہو سکے۔'' سلطان نے اس جواب کو تسلیم کرکے پھر کہا: ''یہ لوگ کہاں سے آئے تھے؟ اور کون تھے؟'' بُڑھیا نے کہا: ''کوچ دبلوچ کے ڈاکو تھے، جو کرمان کے قریب ہے۔'' سلطان نے کہا: ''وہ ملک تو میری حد سے باہر ہے۔ اس کا میں کیا انتظام کرسکتا ہوں۔'' بُڑھیا نے کہا: ''کیا اسی عدل و انصاف پر شہنشاہی کا دعویٰ ہے؟ وہ بادشاہ کیا، جو اپنی سلطنت کا انتظام نہ کرسکے اور وہ چرواہا کیسا، جو اپنی بکریوں کو بھیڑیے سے نہ بچا سکے۔ اس میں میرا تنہا اور ضعیف ہونا اور آپ کا فوج اور لشکر رکھنا دونوں برابر ہیں۔'' سلطان محمود نے جب بُڑھیا کے یہ جواں مردانہ کپکپا دینے والے کلمات سنے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کو بہت کچھ دے دلا کر رُخصت کیا اور ابوعلی الیاس امیر کرمان کو لکھا کہ: ''مفسدوں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کرکے ہمارے حضور میں بھیج دو یا مالِ ڈکیتی برآمد کرکے قزاقوں کو پھانسی دے دو، تاکہ آئندہ وہ میرے ملک میں لوٹ مار نہ کرسکیں۔ ورنہ یاد رکھو! کرمان بہ مقابلہ سومنات بہت نزدیک ہے۔''

امیر کرمان سلطان کے خوف سے ایک جرار فوج لے کر گیا۔ اس علاقے کے ہزاروں ڈاکو قتل ہوئے اور بے انتہا مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ امیر ابوعلی نے سب سامان غزنی بھجوا دیا۔ سلطان نے منادی کرادی کہ: ''جن لوگوں کا نقصان ہوا ہے، وہ آکر اپنا مال پہچان لیں۔'' تمام ملک سے لوگ آتے تھے اور اپنا مال پہچان کرلے جاتے تھے۔ سلطان نے ایک اَور کام یہ کیا کہ ملک سے ہر قسم کی خبریں منگوانے کے لیے پرچہ نویس مقرر کردیے، تاکہ حاکموں کے ظلم وستم اور تغافل اور ملک کے حالات کی خبر ملتی رہے۔ ایک بُڑھیا کی آزادی اور جرأت نے ملک کو کس قدر فائدہ پہنچایا کہ ڈاکوؤں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی اور چھینا ہوا مال بھی واپس آگیا۔

(نظام الملک طوسی، حصہ دوم، ص256)

اس واقعے سے درجِ ذیل نکات معلوم ہوتے ہیں: (1) عام مسلمان مرد وخواتین کو معلوم تھا کہ اسلام میں علاقے فتح کرنا اصل مقصد نہیں، بلکہ عدل و انصاف اور امن و امان کا قیام اصل مقصد ہے۔ اسی ذمہ داری کا احساس بُڑھیا نے دلایا۔ (2) سلاطین اسلام ڈاکوؤں کا خاتمہ کرکے مال و اسباب ان کے اصل مالکوں کو واپس کرتے۔ اپنی تجوریاں نہیں بھرتے تھے۔ (3) سومنات کا قلعہ فتح کرنے کے پیچھے سلطان کا مقصد استحصال کا خاتمہ تھا۔ اسی کی طرف اس نے اپنے نائب امیر کرمان کو خط میں اشارہ کیا۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

معیشت کا جوس

آپ نے یقیناً گنے کا رَس کئی دفعہ پیا ہوگا۔ اس رَس کی افادیت اور مزا اپنی جگہ، میں قارئین کی توجہ اس عمل کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، جس سے گزر کر اسے حاصل کیا جاتا ہے۔ ٹھیلے والا گنے سے ایک دفعہ رَس نکالنے کے بعد اُسے دوہرہ کرکے دوبارہ بیلنے میں ڈالتا ہے۔ کئی طالع آزما تو اس پر بھی بس نہیں کرتے۔ وہ بے چارے نچڑے ہوئے گنے کو تیسری دفعہ نئے گنے کے ساتھ یا تہرہ کرکے بیلنے میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ گاہک سے نظریں بچا کر برف یا پانی سے مقدار پوری کرلیتے ہیں۔ لیکن اس عمل کی بہرحال ایک انتہا ضرور ہوتی ہے، جہاں نئے گنے کو بیلنے میں ڈالے بغیر معاملہ آگے نہیں بڑھتا۔ پاکستان کی معیشت بھی کچھ اسی انداز سے کام کرتی ہے۔ گزشتہ دس سالوں میں سِول حکومتوں نے عوام کو خوب نچوڑ لیا، حتیٰ کہ کئی سیکٹرز میں دوہرے اور تہرے ٹیکس لگا دیے گئے۔ دنیا کے مہنگے ترین منصوبوں پر کام کیا گیا اور ترقی کی شیخیاں ماری گئیں۔ ان منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عوام کا خون نچوڑنے کے ساتھ ساتھ اُنھیں کے نام پر اربوں ڈالر کا قرض لیا گیا اور نوٹ چھاپے گئے۔ گویا ٹھیلے والے کی طرح گنے کے رَس میں پانی کی ملاوٹ کی گئی۔ نتیجتاً معیشت حقیقی پیداوار سے عاری رہی اور وہی چھپے ہوئے نوٹ اور اندرونی و بیرونی قرضے ایک مصنوعی عمل سے گزر کر ملک سے باہر جاتے رہے۔

چند اہم واقعات نے اس حقیقت کی قلعی کھول دی ہے کہ معیشت میں سے جوس ختم ہوتا جارہا ہے۔ جیسے دو ہزار پاکستانیوں نے حالیہ دہائی میں مجموعی طور پر 1100 ارب روپے کی سرمایہ کاری صرف دبئی میں کی۔ اُلجھی ہوئی ڈور کا ایک سِرا یہ بتارہا ہے تو اس عمل کا کُل حجم کتنا ہوگا؟! پاکستان 25 سال میں پہلی دفعہ زرعی پیداوار میں گراوٹ کا شکار ہوا۔ ملکی درآمدات 50 ارب ڈالر سے تجاوز کرچکی ہیں۔ برآمدات 20 ارب ڈالر سے نیچے آچکی ہیں۔ بین الاقوامی منڈی میں ادائیگیاں پہلی دفعہ 12 ارب ڈالر تک پہنچ گئی ہیں۔ حکومتی اقدامات جن میں روپے کی قدر کا گرانا، درآمدی ڈیوٹیوں میں اضافہ، ایندھن کی قیمتوں میں اضافہ، مزید قرضوں کا حصول بھی صورتِ حال میں معمولی بہتری نہیں لاسکا۔ اب ایمنیسٹی سکیم، جس کا تذکرہ مئی 2017ء کے کالم میں کیا گیا تھا، کے اجرا کو حتمی شکل دے دی گئی ہے اور حکومت کی جانب سے یہ اندازہ لگایا جارہا ہے کہ کم ازکم 4 ارب ڈالر ملکی معیشت میں آئیں گے۔ ایسی سکیموں کا تجربہ تو کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سکیم بھی کچھ نہ کرسکی تو کیا ہوگا؟ اور کیا 4 ارب ڈالر سے کام چل جائے گا؟ ہم نے اپنے اثاثے تو قرضوں کے عوض گروی رکھ دیے۔ تو جوس کہاں سے آئے گا؟ مروّجہ سیاسی سکیم میں تو مندرجہ بالا طریقۂ کار ہی قابل عمل ہے۔ ہمیں معیشت ایسی سکیموں کے علاوہ چلانی ہی نہیں آتی۔ اگر 2018ء میں اسی سکیم پر نئی حکومت بن گئی تو ذرا مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے جوس پیدا کرنے کے اقدامات کا وقت ہے، تاکہ اسے نچوڑنے کا عمل چلتا رہے۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

چین جاپان تعلقات کی نئی صبح

عوامی جمہوریہ چین اور جزائرِ جاپان دو ایسے ممالک ہیں، جنھیں چین کے مشرق میں واقع سمندروں نے ایک دوسرے کو علاحدہ کر رکھا ہے۔ جاپان تاریخی طور پر زبان، فن تعمیر، ثقافت، مذہب، تاریخ اور فلسفے کے اعتبار سے چین کے زیرِاثر رہا ہے۔ اُنیس ویں صدی کے وسط میں جاپان کے مغرب کے ساتھ تعلقات کے نتیجے میں یہاں صنعتی ترقی کا عمل شروع ہوا۔ بحیرۂ مشرقی چین میں واقع ممالک چینی لاحقہ کے ساتھ سائینو کہلاتے ہیں، جب کہ جاپان چڑھتے ہوئے سورج کی سرزمین۔ ایشیا میں جو ملک سب سے پہلے 1868ء تا 1912ء میں جدید صنعتی ترقی کا مرکز بنا، وہ بھی جاپان ہی تھا۔

کیری براؤن (Kerry Brown) جو چینی تعلیمات کے پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ کنگز کالج لندن کے معاون ادارہ 'لاچائنہ انسٹیٹیوٹ آف لندن' کے منتظم اعلیٰ بھی ہیں، نے جدید چین کی لیڈرشپ کے موضوع پر 2014ء میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام ''نیو ایمپرر'' تھا۔ کیری لکھتا ہے کہ ''ایشیا کا خطرناک مسئلہ: چین جاپان تعلقات'' ہیں۔ کیوں کہ ان کی جنگوں کی تاریخ ہزار سال پرانی ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ایشیا کے تباہ کن تنازعات میں نمایاں ترین: شمالی کوریا کا جوہری ہتھیاروں کی تیاری کا پروگرام، پاک و ہند کے درمیان پائی جانے والی طویل ترین کشیدگی، چین کا خطے میں موجود دیگر ممالک کے ساتھ تجارتی تناؤ، جو بالواسطہ امریکا کے ساتھ تنازع کی شکل اختیار کرتا ہوا نظر آرہا ہے، لیکن ان تمام تنازعات میں خطرناک اور مہلک ترین چین جاپان تعلقات ہیں۔ کیوں کہ ان کے درمیان پائی جانے والی تلخی کے پیچھے ایک طویل تاریخ ہے۔

ایک اور امریکی سکالر جون ٹیوفیل ڈرائیر (June Teufel Dreyer) اپنی کتاب (Middle Kingdom and Empire of the Rising Sun) میں لکھتی ہے کہ اگرچہ چین اور جاپان کے درمیان تعلقات کا تناؤ کم و بیش 1500 سال پُرانا ہے، لیکن حقیقی کشیدگی کا آغاز اُنیس ویں صدی کے آخر میں جاپان کے جدید، تیز ترین اور متأثر کن صنعتی ترقی اختیار کرنے سے ہوا۔ چین کے ہن خاندان جس کی پہلی حکومت (221-207 قبل از مسیح) میں قائم ہوئی۔ اس کے تین حکمرانوں نے 14 سال کے مختصر ترین عرصے میں درجِ ذیل معرکۃ الآرا اقدامات رقم کیے، جن میں چینی زبان کے الفاظ اور کرنسی کا قیام، چینی عوام کے لیے دستور کی تشکیل، دیوارِ چین کی تعمیر اور ملک میں مرکزی حکومت کا قیام تھا۔ چین کی ترقی میں ہن خاندان کے مذکورہ اقدامات تاریخ کا سنہری اور روشن باب ہیں۔ انھوں نے ہی 95-1894ء میں جاپانی سلطنت کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ 1905ء میں روس کے خلاف لڑی جانے والی جنگ جاپان کی شان دار فتوحات کے علاوہ دوسری جنگِ عظیم میں اسے پورے خطے میں طاقت کا مرکز بنانا تھا۔ جسے امریکی ایٹمی بم کے حملے نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔

امریکا کی یہی سکالر مزید لکھتی ہیں کہ چین کے کمیونسٹ نظریہ اختیار کرنے سے جاپان کے خلاف احساسات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ مزید یہ کہ جاپان کے خلاف چین کا سمندروں میں مضبوط بحریہ کا قیام، تعلقات کو مزید کشیدہ بنا رہا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران دسمبر 1937ء سے لے کر فروری 1938ء تک اس وقت کے چین کے دارلحکومت نینجنگ مساکر (Nanjing Massacre) میں بہ قول سکستھ ڈویژن فوجوں کے کمانڈر لیفٹننٹ جنرل ٹانی ھیسو (left General Tani Hisao) جاپانیوں نے تقریباً 3 لاکھ انسانوں کا قتلِ عام کیا۔ 20 سے 80 ہزار عورتوں کے ساتھ زنا بالجبر کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاریخ اس واقعے کو ''نینجنگ قتلِ عام'' کے نام سے جانتی ہے۔ اس طرح کے واقعات سے جاپانیوں اور چینیوں کے درمیان تعلقات میں تباہ کن حد تک کشیدگی پیدا ہو چکی ہے۔ جسے عبور کرنا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

بلاشبہ ایسے واقعات تاریخ کا سیاہ عہد کہلاتے ہیں، لیکن یہ صرف ایشیائی تاریخ کا ہی سیاہ باب نہیں ہے، بلکہ یورپ کی تاریخ بھی پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے قبل سے ہی اس طرح کے شرم ناک اور عبرت ناک واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لیکن انھوں نے ان سے سبق سیکھ کر مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی حاصل کی ہے۔ آج اسی کا نتیجہ ہے کہ یورپی یونین کے ذریعے یورپ کے مسائل حل کیے جاتے ہیں، جب کہ یہی مستشرقین باقی دنیا کو آج بھی یہی درس دیتے ہیں کہ معاشرے کو ماضی کے ذلت آمیز واقعات کو بھولنا نہیں چاہیے۔ انھیں بنیاد بنا کر ہمیشہ تعلقات میں تلخیاں پیدا کرتے رہنا چاہیے۔ چین کی موجودہ قیادت' ڈینگ ژیاؤ پینگ کو اپنا رہنما مانتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ: ''ہمیں دنیا میں رہنما بننے کے بجائے اپنی توجہ معاشی ترقی کی طرف مرکوز رکھنی چاہیے۔''

برطانوی خبر رساں ایجنسی رائٹر کے مطابق 28/ جنوری 2018ء کو دایوتائی سرکاری مہمان خانہ بیجنگ میں (Diaoyutai State Guesthouse in Beijing) جاپانی اور چینی وزرائے خارجہ کی ایک اہم ملاقات ہوئی، جس میں انھوں نے آئندہ برادرانہ تعلقات استوار کرنے کی طرف پیش قدمی کا اظہار کیا۔ اس وقت جاپان دنیا کی چوتھی بڑی برآمدات والی معیشت ہے اور اس کی برآمدات میں کاریں 90.3 ارب امریکی ڈالر کے ساتھ سرِفہرست ہیں، جب کہ درآمدات میں خام تیل کی مصنوعات 50.8 ارب امریکی ڈالر کے ساتھ بلند ترین سطح پر ہیں۔ جاپانی برآمدات کے لیے امریکا کے بعد دوسرا بڑا ملک 113 ارب امریکی ڈالر کے ساتھ چین ہے۔ اسی طرح درآمدات کے لیے 129 ارب امریکی ڈالر کے ساتھ سرِفہرست چین ہے۔ گویا آزاد قومیں ماضی کی تلخ یادوں کو اپنے پاؤں کی بیڑیاں بنا کر نہیں رکھتیں، بلکہ انھیں ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھلا دیتی ہیں۔ وہ قوم کے حالیہ مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے بہتر مستقبل کی تعمیر کے لیے راہیں ہموار کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی ہیں۔ یہی تاریخ کا سبق ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات | رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

انسانی زندگی کے مراحل

2؍ فروری 2018ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم کے آغاز میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ کتاب متقی لوگوں کے لیے راستہ بتلاتی ہے۔'' (القرآن 3:2) اس کتاب کے ساتھ وابستہ ہو کر نہ صرف سچا راستہ معلوم ہو جاتا ہے، بلکہ منزلِ مقصود تک انسان پہنچ جاتا ہے۔ انسان جہاں سے آیا ہے، وہیں اُس کو واپس پہنچنا ہے۔ یہ ایک مسلسل سفر ہے اور اس مسلسل سفر کے بہت سے پڑاؤ ہیں، جن میں سے ایک مرحلہ انسان کی روح کا پیدائش سے پہلے عالمِ بالا میں موجود ہونا ہے۔ جہاں پر تمام انسانوں کی روحوں کو تخلیق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوچھا تھا: ''کیا میں تمھارا ربّ نہیں؟ سب نے کہا تھا: ''ہاں!'' (القرآن 172:7) گویا کہ انسان کی اصل تخلیق تو انسانی روح کی صورت میں وہیں ہو چکی تھی۔ انسان عالَمِ بالا سے دنیا میں آیا تو نورانی نقطے کی شکل میں خالص، غیر مرکب اور صاف شفاف تھا۔ اس کے اندر کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی۔ دوسرے مرحلے میں انسان ماں کے پیٹ سے پیدائش کے عمل سے گزر کر اس دنیا میں آتا ہے تو دنیا کے مثبت پہلو (سچ، امن، عدل، اجتماعیت وغیرہ) اور منفی پہلو (جھوٹ، ظلم، بدامنی، شرک وغیرہ) اس کے ساتھ لگ جاتے ہیں۔ انسان کے لیے زندگی بھی ہے اور موت بھی ہے۔ یہ زندگی اور موت اس لیے ہے کہ انسان اپنے سفر کے اس پورے دورانیے میں دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی آلودگیوں اور اس کے منفی پہلوؤں سے محفوظ رہے اور مثبت پہلوؤں کو اپنائے۔ تب ہی وہ صاف شفاف اصلی حالت میں موت کے بعد اپنے اصلی مقام پر بہ حفاظت پہنچ سکتا ہے۔ یہی اس کی اصل کامیابی ہے۔

اسی تناظر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا تذکرہ کیا اور اس میں ایک سچے مسلمان فرد کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اُس کی روح جسم سے ایسے پرواز کرتی ہے، جیسے ایک صاف شفاف بال آٹے میں سے گزار لیا جائے۔ چاروں طرف آٹے میں دبا ہوا بال آپ کھینچ لیں تو بال کی چمک، اس کی شفافیت مکمل طور پر محفوظ ہوتی ہے۔ اس پر آٹے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ گویا ایک سچے مسلمان کی روح دنیا کے بداثرات سے بالکل پاک ہو کر نکلتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک کافر کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کی روح جب کھینچی جاتی ہے تو کچھ اس طرح سے کہ جیسے کانٹے دار جھاڑی پر سے ململ کا کپڑا کھینچا جائے تو وہ کانٹے اُس کپڑے کا جو حشر کر دیتے ہیں، ایسا ہی حشر اس کافر کی روح کا ہوتا ہے۔ گویا کہ اُس نے دنیا کے تمام منفی پہلوؤں کو کانٹوں کی شکل میں اپنی روح کے ساتھ اُلجھا کر اپنے آپ کو زخمی اور پارہ پارہ کر دیا۔ اس کی اصل انسانیت باقی نہیں رہی۔ اس لیے انسان کے لیے زندگی اور موت کا امتحان بھی یہ بتلایا گیا کہ وہ اپنی روح کو صاف شفاف طریقے سے واپس لوٹاتا ہے یا یہاں کے کانٹوں میں اُلجھ کر اپنی روح کو زخمی کر لیتا ہے۔''

عقل کی اہمیت اور اس کو نقصان پہنچانے والی چیزیں

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''انسانی روح کی شفافیت کو برقرار رکھنا ضروری اس لیے بھی ہے کہ روح کی سب سے بڑی اور منفرد خصوصیت عقل ہے، جو اسے باقی تمام حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ عقل کو نقصان پہنچانے والی چیزیں دو ہی ہیں: مال کی محبت اور جاہ کی محبت۔

سرمایہ پرستی جب کسی انسان پر غالب آتی ہے، کسی کی روح پر اثرانداز ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس کی وہ عقل و شعور جو اجتماعیت سے تعلق رکھتی ہے، اسے ختم کر دیتی ہے۔ اس پر انفرادیت کا زخم لگا دیتی ہے۔ اس میں سے انسانیت نکل جاتی ہے۔

دولت انسان کے لیے پیدا کی تھی اور سرمایہ داری انسان کو دولت کے لیے بنا دیتی ہے۔ ایڈم سمتھ نے جب 1776ء میں کتاب ''دولتِ اقوام'' لکھی اور اقوامِ عالم کی دولت پر بحث کی تو اس نے کہا کہ یہ دولت اور زر بڑی بنیادی اور اصل چیز ہے۔ تمام تر علمائے اَخلاقیات کے علی الرغم سب سے پہلے دنیا میں انسانی اَخلاق کے بجائے زر اور دولت کو اصل قرار دینے کا سب سے بڑا جرم اور گناہ اسی ایڈم سمتھ کے سر ہے۔ اس نے انسانی اَخلاقیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انسان کے بجائے زر کو اصل قرار دیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ زر جس قوم، نسل یا فرد کے پاس آ جائے، واپس نہیں جانا چاہیے۔ اس نے ارتکازِ زر کے قوانین، ضابطے اور اصول متعین کر دیے۔ یورپ کے پاس دولت آنی چاہیے، چاہے ایشیا سے چھینو، افریقا سے لاؤ، جہاں سے بھی آئے، یہ زر اور سونا اپنی جگہ واپس نہیں جانا چاہیے۔ چاہے دوسروں کے ہاتھ میں رسید کے نام پر کاغذ کا نوٹ ہی تھمانا پڑے، لیکن زر اور سونا اصل ہے، جس کے پاس ہے، بس وہ طاقت ور ہے۔

ابوجہلی یہی تو ہے۔ ابوجہل جو حضورؐ کے زمانے میں تھا، اس کی جہالت یہ تھی کہ اپنے ہاتھ سے بت تراش کر اس کی عبادت کرنے پر فخر محسوس کرتا تھا۔ اس دور کے ابوجہل ایڈم سمتھ نے زر کا بُت تراشا اور لوگوں کو کہا کہ لو! اس کے چرنوں میں بیٹھو۔ پھر اس زر کے حصول کے لیے دنیا بھر میں بدامنی پھیلاؤ، قتل و غارت گری کرو۔ امریکا میں پہنچو تو وہاں کی قدیم آبادی کو تہہ تیغ کر دو۔ افریقا میں پہنچو تو افریقی نسل تباہ کر دو یا غلام بنا دو۔ ہندوستان اور ایشیا کے دیگر ممالک میں پہنچو تو قحط پیدا کر دو۔ یہ قتل و غارت گری اور بدامنی، سب اُس آدم سمتھ کی دَین ہے۔ اس کی اس سرمایہ پرستی کی بے عقلی اور عقل مار پروگرام نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ مسلمان جس کی اساس ہی عقل پر کام کرنے کی تھی، وہ بھی اپنی عقل کہیں اَور پہنچا کر اُسی سرمایہ داریت کے پیچھے چل پڑا۔ مسلمان حکمران، مسلمان علما، مسلمان وکلا، مسلمان انجینئر، مسلمان ڈاکٹر، مسلمان سیاست دان، مسلمان ججز، مسلمان فوجی اور حکمران اُسی سرمایہ داری کے پیچھے چل دیے۔ اس طرح عقل سے فارغ ہو گئے۔ اور جب کوئی قوم عقل سے فارغ ہو جائے تو بے عقلی کی بنیاد پر کیے ہوئے فیصلے سوائے حیوانیت اور بدامنی کو فروغ دینے کے اَور کوئی کام نہیں کرتے۔ ان کی روح پر سرمایہ پرستی کا ایک بہت بڑا زخم نمایاں طور پر لگ جاتا ہے، جو اُن کی عقلوں کو مار دیتا ہے۔''

www.rahimia.org

حُبِّ جاہ اور شہرت پسندی کے نتائج

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''دوسری بنیادی چیز جو انسان کو تباہ و برباد کرتی اور اس کی روح کو زخمی بناتی ہے، وہ حُبِّ جاہ اور شہرت پسندی کا مرض ہے۔ وہ مال کی طاقت سے مشہور ہونا چاہتے ہیں۔ ایڈم سمِتھ کی اس سرمایہ دارانہ سوچ کے نتیجے میں یورپین نسلوں میں یہ دوسرا مرض بھی پیدا ہوا، جو اس سرمایہ پرستی کا اگلا تقاضا ہے۔ اب جس نسل کے پاس زیادہ سرمایہ تھا، اس نے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھا۔ اس سے نسل پرستی کا تعصب یورپین نسلوں میں آگے بڑھا۔ پھر اسی کی بنیاد پر سرمایہ دار ممالک آپس میں دست بہ گریباں ہوئے۔ جنگِ عظیم اوّل و دوم اس کی مثالیں ہیں۔ جس میں دوسروں پر بالادستی کے لیے کروڑوں انسانوں کو قتل و غارت گری کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نسلیں ختم کر کے رکھ دیں۔

یہ تکبر اور شہرت کا مرض قوموں کی عقلوں کو فنا کر دیتا ہے۔ جب آدمی نسلی بالاتری کے مرض میں مبتلا ہو جائے تو عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ اور جہاں عقل کام کرنا چھوڑ دے، وہاں انسانیت مسخ ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن نے جب انسانوں کو اپنی انسانیت کو برقرار رکھنے کی دعوت دی تو عقل اور شعور کی دعوت دی۔ أفلا تعقلون؟ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے کہ ایک طرف انسانیت اور انسانیت کا شرف عقل سے ہے۔ اور دوسری طرف حُبِّ جاہ پر مبنی عقل مار پارٹیاں ہیں۔ آپ ذرا دنیا بھر میں نظر دوڑائیں! جہاں جہاں بھی غلط فیصلے ہوئے، وہاں دراصل انسانیت دشمن سرمایہ پرستی اور شہرت پسندی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

آپ کہیں گے کہ یہ سرمایہ دار ملکوں کے سائنس دان تو بڑے ہی عقل مند ہیں۔ اگر سرمایہ عقل کو مار دیتا ہے تو ان کی عقل کیوں نہیں مری؟ سوال یہ ہے کہ کون سی عقل؟ انسانی فلاح و بہبود کی عقل یا انسانوں کو فنا کے گھاٹ اُتارنے والی عقل؟ جو عقل حیوانی رویے اور اعمال و افکار پیدا کرے۔ وہ عقل حیوانیت کے درجے کی ہے۔ انسانیت کے درجے کی عقل ہوتی تو دنیا کے کل آٹھ آدمیوں کے پاس دنیا کی آدھی دولت نہ ہوتی۔ جب کہ لاکھوں کروڑں اور اربوں انسان بھوک سے مر رہے ہیں۔ اس سے بڑی بے عقلی کی بات کیا ہو سکتی ہے۔ یہ انسانی عقل نہیں، بلکہ درندگی کی عقل ہے۔ ان کی انسانی عقل تو سرمایہ پرستی اور شہرت پسندی نے مار دی۔

عقل تو وہ ہے جو انسانیت کے لیے کردار ادا کرے۔ اور اگر انسانیت کے لیے کردار ادا نہیں کر رہی، انفرادیت پیدا کر رہی ہے۔ سرمایہ پرستی پیدا کر رہی ہے۔ تکبر اور نسلی بالاتری کی سوچ پیدا کر رہی ہے تو وہ عقل انسانی نہیں ہے، حیوانی ہے، درندگی کی ہے۔ وہ ایجاد اور دریافت، وہ سائنس اور ٹیکنالوجی جو انسانی فلاح و بہبود اور اجتماعیت کے لیے ہو، وہ درست ہے۔ اور اگر کوئی دریافت، تحقیق اور ریسرچ اس بنیاد پر ہو کہ اس کے ذریعے دوسری قوموں کے وسائل پر ناجائز قبضہ کر کے اُن کے وسائل کو لوٹا جائے تو وہ سائنس اور ٹیکنالوجی بھی حیوانی اور درندگی کی بنیاد پر ہو سکتی ہے، انسانی عقل کی بنیاد پر نہیں۔''

سرمایہ داری نظام کے آلہ کار اور محافظ

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''افسوس کا مقام ہے کہ آج دجل کا نام عقل رکھ دیا گیا۔ بے عقلی اور ابوجہلی کو ''ابوالحکم'' کا نام دے دیا گیا۔ ابوجہل کو مکہ والے ابوالحکم کہتے تھے کہ یہ بڑا عقل منداور اچھا فیصلہ کرنے والا ہے، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے پتہ چلا کہ یہ ابوالحکم نہیں، بلکہ درحقیقت یہ ابوجہل ہے کہ ناانصافی کے فیصلے کرتا ہے۔ آج کے سرمایہ پرست اور شہرت پسند بھی تو ابوجہل ہی ہیں۔ یہ ابوجہل جو ایڈم سمِتھ کے ساتھ کوئی بھی نسبت اور تعلق رکھتے ہیں، کبھی اس دنیا کے اندر امن قائم نہیں ہونے دیتے۔ یہ امن کے دُشمن ہیں۔ بدامنی پیدا کر کے یہ زر کا ارتکاز اور معاشی مفاد حاصل کرتے ہیں۔ یہ بدامنی کو چھوڑ کر بداَخلاقی کے اس عمل سے نہیں نکلنا چاہتے۔ اس لیے اِس وقت قانون کے نام پر جتنی ریاستیں وجود میں آ چکی ہیں، وہاں اُس قانونی شخص یا قانونی ریاستوں میں سرمایہ پرستی اور شہرت پسندی بنیادی اقدار بن گئی ہیں۔ سرمایہ دار دنیا کے تمام آئین، قوانین، ضابطوں اور تمام مذہبی جھگڑوں اور فتوؤں کی اساس دولت کا حصول اور شہرت ہے۔

کوئی مذہبی تحریک بھی چلاتا ہے تو صرف زر کے لیے۔ سات دن میں نفاذِ شریعت کے اعلانات بھی کرتا ہے تو کسی اپنے مفاد کے لیے۔ نبوت کو ختم ہوئے چودہ سو سال ہو گئے، لیکن پاکستان کے حکومتی اور مذہبی طبقات ہر چند سال بعد ختم نبوت کا مسئلہ چھیڑ کر پیسے کھانے اور بلیک میل کرنے کے لیے میدان میں آ جاتے ہیں۔ آج سرمائے کے لیے مذہب، سیاست اور قانون کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ ملک کا تین دفعہ وزیراعظیم رہنے والا کہتا ہے کہ مقدموں میں وکیلوں کی فیسیں دے دے کر تھک گیا۔ اور اگر ملک کا لوٹ مار کرنے والا نااہل وزیراعظم وکیلوں کی فیسیں دے دے کر تھک گیا ہے تو یہاں کے بیس کروڑ غریب عوام کیسے اپنے فیصلے کروا سکتے ہیں۔ بات کہنے کی یہ ہے کہ سرمائے کا سرمایہ دارانہ نظام جہاں بھی موجود ہوگا، بدامنی اُس کی اوّلین ترجیح ہوگی۔

آج حضرت آدم علیہ السلام کی بات ماننے کی ضرورت ہے، جن کے وارث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُس آدم سمِتھ اور ابوجہلوں کی بات نہیں ماننی چاہیے کہ جو زر کی بنیاد پر انسانوں کی انسانیت کو مسخ کرنے کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ آج سرمایہ داری کو سمجھنا، بالخصوص قرآن پڑھنے والے، نبیؐ سے وابستہ مسلمان کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ کیوں کہ آج یہ قرآن پڑھنے والے مذہب کے نمائندے، یہ حرمین کے والی وارث، یہاں کی مسجدوں کے چوہدری، یہاں کی سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اور رہنما بھی حضرت آدم علیہ السلام کی بات نہیں مانتے، یہ آدم سمِتھ کی بات مانتے ہیں!! اس کے نظریے پر چلتے ہیں۔ اس کے اثرات و نتائج سوائے بدامنی کے اَور کچھ نہیں ہو سکتے۔ یہ تقویٰ کے علی الرغم بداَخلاقی کا سارا ماحول دراصل انسانیت کی تباہی اور بربادی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح انسانی عقل و شعور پر مبنی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین''

www.rahimia.org

رفتارِ کار

ر پورٹ: مولانا عبدالرحیم طاہر۔ ناظم رحیمیہ کیمپس، صادق آباد

افتتاحی تقریب مرکزی جامع مسجد رحیمیہ صادق آباد زیرِ انتظام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے صادق آباد کیمپس کے متصل ماڈل سٹی صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں ایک وسیع مرکزی جامع مسجد رحیمیہ کی تعمیر کا آغاز 28/ اپریل 2014ء کو ہوا تھا۔ تقریباً تین سال کی تعمیراتی کوشش کے بعد جامع مسجد رحیمیہ میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی سے نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ چناں چہ مؤرخہ ۲۱/ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ/ 21/ اپریل 2017ء بروز جمعۃ المبارک کو ایک افتتاحی تقریب کا انعقاد ہوا۔ اس تقریب میں علاقے بھر سے ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس عظیم مبارک اجتماع میں شرکت کے لیے احباب و متعلقین کی کثرت سے آمد ہوئی۔ گرد و نواح سے علاقے بھر کے احباب تشریف لائے۔

اس سے قبل مؤرخہ 17/ اکتوبر 2015ء کو ادارہ رحیمیہ لاہور کے صادق آباد کیمپس کی افتتاحی تقریب ہوئی تھی۔ اس موقع پر پنجاب، سندھ، بلوچستان سے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین اور علاقہ بھر کے احباب نے شرکت کی۔ اس موقع پر ہمارے مہمانِ خصوصی حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ تھے۔ ان کے ہمراہ ہمارے معزز مہمانِ گرامی جناب ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ (مجازین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) بھی تشریف لائے تھے۔ ان حضرات نے سب سے پہلے ادارہ کے گیٹ پر لگا فیتہ کاٹ کر افتتاح فرمایا تھا اور پھر دعا فرمائی۔ اس کے بعد ان حضرات کے بیانات سے تمام احباب مستفید ہوئے۔

آج کے اس جمعۃ المبارک کے اجتماع میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن مدظلہٗ کا بیان ہوا اور پھر حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’آج ہمارے معاشرتی زوال کی وَجہ مساجد سے دوری اور عبادات کے مقاصد کو نہ سمجھنا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مساجد کا قیام و تعمیر قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق تقویٰ کے اصول پر ہونی چاہیے اور مسجد ضرار کے کردار سے بچا جائے۔‘‘ آخر میں حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے حاضرینِ اجتماع سے خطاب فرمایا اور نمازِ جمعہ پڑھا کر مسجد کا افتتاح فرمایا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد تمام حاضرین نے حضرت اقدس مدظلہٗ سے مصافحہ کیا اور پھر مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے تمام مہمانان کو کھانا کھلایا گیا۔ اس طرح الحمدللہ! اس مسجد کی تعمیر اس سطح تک پہنچ گئی ہے کہ اس میں نمازوں، جمعہ اور تراویح پڑھنے کا انتظام بہ آسانی ہو سکے۔ بحمدللہ! بقیہ تعمیراتی کام جاری ہے۔ اس مسجد میں دس کے قریب وسیع صفیں ہیں، جن میں خاصی تعداد میں نمازی شریک ہوتے ہیں۔

وفیات

مفتی عبدالمتین نعمانی، بورے والا

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کا سانحۂ ارتحال

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں قائم مدرسہ فیضِ ہدایت درگلزارِ رحیمی رائے پور کے متولّی اور منتظم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ ۲۶/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۹ھ/ 13/ فروری 2018ء کو صبح چھ بجے رائے پور ضلع سہارن پور (انڈیا) میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ وہ تقریباً نو سال سے علیل تھے اور پچھلے سات آٹھ سالوں سے غنودگی اور بے ہوشی کے عالم میں رہے۔ انھیں غذا بھی نالی کے ذریعے سے دی جاتی تھی۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ کو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ متولّی مدرسہ فیضِ ہدایت درخانقاہِ رحیمی رائے پور کے انتقال کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ مسند نشین ثالث خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور نے 1985ء میں اراکینِ مدرسہ حاجی راؤ عبدالحمید خاں رائے پوری، راؤ عطاء الرحمٰن خاں رائے پوری اور حاجی راؤ فضل الرحمٰن خاں وغیرہ کے پُرزور اِصرار اور مشورے پر مدرسے کا متولّی مقرر کیا تھا۔ چناں چہ حاجی راؤ عبدالحفیظ خاں رائے پوری، مفتی صاحبؒ کو رائے پور سے سرگودھا حضرت اقدس رائے پوری ثالثؒ کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔ اس موقع پر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ نے مفتی صاحبؒ کو ہدایت کی تھی کہ: ’’مدرسہ فیضِ ہدایت اور خانقاہ کا کوئی کام مولوی سعید احمد رائے پوری کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ ہر کام میں اُن سے مشورہ لیں اور اُن کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔‘‘ چناں چہ حضرت مفتی صاحبؒ نے تقریباً پچیس سال تک مدرسے کا نظام اراکینِ مدرسہ کے مشورے اور حضرت اقدس رائے پوریؒ کی ہدایت کی روشنی میں چلایا۔ انھوں نے اپنے مشائخ رائے پورؒ کی ہدایات پر عمل کیا اور وہاں قیام کے لیے آنے والے زائرین کی میزبانی کی۔

2008ء میں حضرت مفتی صاحبؒ بیمار ہوئے۔ ذہنی کمزوری کی وَجہ سے چیزوں کو بھولنے لگے۔ پھر کچھ سالوں کے بعد سے غنودگی اور بے ہوشی کے عالم میں رہے۔ چناں چہ اس موقع پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے اپنے سفرِ رائے پور کے دوران اہالیانِ قصبہ رائے پور اور اپنے مجازین و خلفا کی ایک کمیٹی بنا کر مدرسے کا نظم و نسق چلانے کی ہدایت کی اور وہاں کے ناظمِ دفتر منشی عتیق احمد کو ہدایت کی کہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری اور راقم سطور سے مشاورت کے ساتھ کام کریں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پُر ملال پر ادارہ رحیمیہ لاہور میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔ اس موقع پر حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور دیگر اراکین ادارہ رحیمیہ و مجازین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ حضرت مفتی صاحبؒ کے پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

مولانا سیّد نصیرالدین دہلویؒ

امیر الشہید حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے آزادی کے قافلے میں بے شمار اکابرین شامل تھے، جنھوں نے میدانِ جہاد میں اپنی زندگیاں وطنِ عزیز کے لیے قربان کر دیں۔ انھیں اکابریں مجاہدین میں ایک نام شاہ نصیرالدین دہلویؒ کا بھی ہے۔ دہلی کے ایک بزرگ سیّد ناصرالدین حسینیؒ کا خاندان بڑی عزت و وقار کا حامل تھا۔ وہ انھیں کی اولاد میں سے تھے۔ وہ حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے نواسے اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے داماد تھے۔ شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے زندگی کے ابتدائی ایام دہلی میں اپنے ننھیال میں گزار کر وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی۔ حصولِ علم کی خاطر دہلی کے علاوہ بھی دیگر شہروں کا سفر اختیار کیا۔

تعلیم و تربیت سے فارغ ہوئے تو عملی زندگی میں قدم رکھا۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے ساتھ مل کر جہاد کی خاطر تنظیم سازی کا کام بھی کرتے رہے۔ 1825ء میں جب سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے عسکری وِنگ کے اراکین نے بالاکوٹ کا رُخ کیا تو شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے ساتھ مل کر فکری وِنگ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ولی اللّٰہی تحریک کے فکری وِنگ کا مرکز دہلی تھا۔ اس دوران ضرورت تھی کہ نظریاتی دعوت کے ذریعے افراد سازی کی جائے اور عسکری وِنگ کے لیے مالیات کا بندوبست کیا جائے۔ دہلی میں صورتِ حال یہ تھی کہ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ جامع مسجد میں درس ارشاد فرماتے تھے اور ساتھ ساتھ مجاہدین کے لیے مالی اپیل بھی کرتے تھے۔ اس دوران شاہ نصیرالدین دہلویؒ دروازے پر کھڑے ہو کر مجاہدین کے لیے فراہمیٔ زر کی خدمت انجام دیتے تھے۔

1831ء میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کے بعد ضرورت اس امر کی تھی کہ عسکری وِنگ کے باقی ماندہ مجاہدین کی سربراہی کسی اہل فرد کے سپرد کی جائے، تاکہ ولی اللّٰہی تحریک کے مشن کو جاری رکھا جا سکے۔ شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے تنظیم سازی کے نقطۂ نظر سے ٹونک، اجمیر، میرٹھ، رام پور اور دہلی کے اَطراف میں دورہ جات کیے۔ جب بالاکوٹ کے مقام پر سیّد احمد شہیدؒ شہادت پا گئے تو جماعت کے باقی ماندہ لوگوں نے مولانا سیّد نصیرالدینؒ کی بیعت کر لی تھی۔ اس موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی تھی۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی شہادتوں کے بعد حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے مجاہدین کی امارت کے لیے حضرت سیّد نصیرالدین دہلویؒ کا انتخاب کیا اور انھیں مجاہدین کے مرکز کی جانب روانہ ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے سیّد احمد شہیدؒ کے طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور ایک جمعیت تیار کر کے روانہ ہوئے۔ بالآخر اپریل 1835ء کو ضروری سامان اور کچھ کتابیں ہمراہ لیں اور منزلِ مقصود کی جانب رختِ سفر باندھا۔ اس دور میں والیٔ کابل دوست محمد خان بھی سکھوں سے خائف تھا اور چاہتا تھا کہ انگریزوں کے اثر کو زائل کیا جائے۔ شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے احباب کے مشورے سے اس کے ساتھ خط و کتابت بھی کی۔

مولانا دہلویؒ انتہائی تکلیف دہ سفر کے دوران ٹونک، اجمیر، جودھ پور اور جیسلمیر سے ہوتے ہوئے سندھ کے معروف مقام پیر جو گوٹھ پہنچ گئے۔ اس دوران افراد سازی کا کام بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اچھا خاصا قافلہ تیار ہو چکا تھا۔ پیر جو گوٹھ میں پیر صِبغتُ اللہ شاہ راشدیؒ نے اپنے مکمل تعاون کا وعدہ کیا۔ سیّد احمد شہیدؒ کی اہلیہ اس وقت پیر جو گوٹھ میں ہی موجود تھیں۔ انھوں نے سیّد نصیرالدین دہلویؒ کی حمایت میں ایک تحریر بھی عام مسلمانوں کے لیے لکھ کر دی تھی، تاکہ مجاہدین کی تنظیم بھرپور کردار ادا کرے۔ رائے عامہ ہموار کرنے اور اپنی دعوت کو عام کرنے کے لیے شاہ نصیرالدین دہلویؒ نے سندھ کے دیگر علاقوں کا سفر بھی کیا، جس میں رانی پور، ہالہ، مٹیاری، نوشہرو فیروز، خیر پور، حیدر آباد وغیرہ شامل ہیں۔ خیر پور میں مزاری قبیلے کے سربراہ کرم خان مزاری نے اقرار نامہ بھی لکھ کر دیا کہ وہ مجاہدین کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔ یہاں مجاہدین اور مزاری قبیلے کے لوگ متحد ہوئے اور انھوں نے سکھوں کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا تھا۔ روجھان اور کن کے مقام پر دونوں نے مل کر سکھوں کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست دی۔ میر بہرام خان مزاری کی سکھوں کے ساتھ صلح اور اقتدار کی خواہش کے سبب مولانا نصیرالدین دہلویؒ کو کشمور اور پھر شکار پور منتقل ہونا پڑا۔ جب سندھ سے سکھوں کے خلاف جہاد کا امکان ختم ہو گیا تو مولاناؒ سبی، لورالائی، ژوب اور کوئٹہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد استھانہ کے مقام پر پہنچے۔ وہاں جا کر اندازہ ہوا کہ سیّد احمد شہیدؒ کے ساتھ کام کرنے والے چند لوگ ہی باقی رہ گئے ہیں اور ان میں مرکزیت کی اشد ضرورت ہے تو ازسرِنو تنظیم کا کام شروع کیا۔

اس دورانیے میں ہندوستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی آئی۔ انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ والیٔ افغانستان امیر دوست محمد خان نے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کا عزم کیا تو مولانا نصیرالدین دہلویؒ نے مشاورت کے بعد امیر دوست محمد خان کے ساتھ مل کر انگریزوں سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے افغان حکمرانوں میں اختلافات پیدا کیے۔ خانہ جنگی کی صورتِ حال پیدا کر دی گئی۔ مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان غزنی کے مقام پر سخت جنگ ہوئی۔

1840ء میں مولانا نصیرالدینؒ اپنے رفقا کے ساتھ استھانہ پہنچے، جہاں دیگر مجاہدین نے ان کو متفقہ امیر مقرر کیا۔ استھانہ سیّد احمد شہیدؒ کے دور سے ہی مجاہدین کا مرکز تھا۔ سیّد نصیرالدین دہلویؒ نے امب کے والی پائندہ خان تنولی کو مجاہدین کی اِعانت کرنے کا خط لکھا۔ آپؒ مجاہدین کے ہمراہ امب تشریف لے گئے، لیکن مرض الموت نے آپؒ کو آن لیا اور حالتِ بیماری میں 1840ء میں اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ مولاناؒ کو استھانہ میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے اگلے سال 1841ء میں دریائے سندھ میں سیلاب آیا تو اس نے وہ مرکز بھی تباہ کر دیا جو مولانا دہلویؒ نے بڑی مشقتوں سے آباد کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے جہد و کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

اھم اعلان

تقریبِ تکمیل بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ہر سال دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کلاس میں صحیح بخاری شریف کا درس ہوتا ہے۔ امسال حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے اس کتاب کا درس دیا ہے۔

سال کے اختتام پر ادارہ رحیمیہ لاہور میں ''صحیح بخاری شریف'' کی تقریبِ تکمیل

مؤرخہ: 25/مارچ 2018ء / ۷/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

بروز: اتوار بوقت: صبح 11 بجے

کو منعقد ہوگی۔ جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ کے بیانات ہوں گے۔ نیز حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ صحیح بخاری شریف آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے۔ تمام احباب سے اس بابرکت تقریب میں شرکت کے لیے التماس ہے۔

بقیہ قومی معیشت

اب پاکستانیوں سے لوٹی ہوئی رقم کی منزل پاکستان نہیں، بلکہ امریکا ہے۔ کیوں کہ امریکا میں ہونے والی ٹیکس اصلاحات ـــ جن میں کمپنیوں پر ٹیکس کی شرح 35 فی صد سے کم کر کے 21 فی صد کر دیا گیا ہے ـــ کے ذریعے اور بڑے بڑے تجارتی معاہدوں سے نکل جانے کے بعد امریکی سرزمین سرمایہ کاری کے لیے پہلے سے زیادہ موزوں ہوگئی ہے۔ اس لیے بھائی لوگوں کا پیسہ امریکا ہی جائے گا۔ اس ضمن میں امریکا بہادر نے سہولت بھی فراہم کر دی ہے اور ڈالر گرایا جا رہا ہے، تاکہ بین الاقوامی منڈی میں امریکی مصنوعات سستی ہوں۔ اور سٹاک ایکسچینج کو گرایا جا رہا ہے، تاکہ بیرونی ممالک میں پڑے ہوئے ڈالر وطن واپس آجائیں۔ امریکا ہر ممکن کوشش کر رہا ہے کہ پیسہ واپس لے کر آئے اور اس کارِ خیر میں پاکستانی بھائی لوگ پیش پیش ہوں گے۔ اسی تناظر میں امریکی دباؤ پر ہمارے آقائے قدیم برطانیہ بہادر نے بہ ظاہر اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہوئے "Unexplained Wealth Order" نامی قانون جو یکم فروری 2018ء سے نافذ العمل ہو چکا ہے، کے ذریعے بیرون ملک سے آنے والے کالے دھن کو اپنی سرزمین سے دیس نکالا دینے کے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔ اس قانون کے بعد ہمارے ملک جیسے حکمرانوں کو مزید بلیک میل کرنے یا ان کا کالا دھن حصہ بہ مطابق جثہ امریکا منتقل کرنے کے عمل کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ یاد رکھیں! یہ پیسہ پاکستان میں شاید مشکل ہی آئے۔ کیوں کہ امریکیوں سے تو معاملہ طے ہو سکتا ہے، لیکن مال پاکستان آگیا تو اُس کے بچنے کی کوئی گارنٹی نہیں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال آج کل مختلف موبائل ایپلی کیشنز کے ذریعے سے مختلف طرح کا ڈیٹا فروخت کیا جاتا ہے۔ اس میں بعض ایپلی کیشنز ایسی بھی ہیں، جن میں قرآن پاک کتابت اور تلاوت کی شکل میں ہوتا ہے۔ کیا اسے فروخت کرنا، اس کا معاوضہ لینا جائز ہے؟ نیز کیا ان ایپلی کیشنز پر قرآن پڑھنا اور سننا جائز اور موجبِ اجر وثواب ہے؟

جواب اگر موبائل ایپلی کیشنز اسی مقصد سے سرمایہ خرچ کر کے بنوائی یا اپنی محنت سے سافٹ ویئر تیار کر کے بنائی تو اس کو فروخت کرنا، اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔ کاغذ پر قرآن حکیم پڑھنے کی طرح ان پر قرآن پڑھنا اور سننا بھی جائز اور موجبِ اجر وثواب ہے۔

سوال عبدالحمید نے مسجد کے لیے محمد امین سے دس لاکھ روپے کے عوض زمین حاصل کی۔ اس پر عبدالحمید نے قبضہ بھی کر لیا، مگر محمد امین نے ابھی تک پٹہ ملکیت نہیں دیا۔ تو کیا اس رقبے پر فوری مسجد کی تعمیر جائز ہے؟ یا پہلے رقبے کا پٹہ ملکیت حاصل کرنا ضروری ہے؟

جواب زمین کا قبضہ حاصل ہو جانے کے بعد اس کو وقف کر کے مسجد کی تعمیر میں گو شرعاً حرج نہیں، مگر قانونی تقاضے پورے کر کے تعمیر شروع کرنا بہتر ہے۔

سوال ایک شخص احمد دین ولد شمس دین چشتیاں میں فوت ہو گیا، جس کے دو حقیقی بھائی ایک حقیقی بہن، ایک سوتیلا بھائی، دو سوتیلی بہنیں ہیں۔ کیا حقیقی بھائی بہن کے ساتھ سوتیلے بھی وراثت کے مستحق ہوں گے؟

جواب حقیقی بھائی بہن کے ساتھ سوتیلے بہن بھائی محروم ہوں گے۔ وراثت اور ادائے حقوق پانچ حصوں میں تقسیم ہوگی۔ دونوں بھائیوں کو دو دو اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

سوال ایک شخص جعلی ڈگریاں بنوا کر ملازمت کر رہا ہے۔ اس کی تنخواہ قرآن وسنت کی روشنی میں جائز ہے یا ناجائز؟ احسان الحق، چشتیاں

جواب قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو!'' (58:4) اور حدیث پاک میں اس آیت کی تشریح میں حکمت بتلائی گئی کہ جب معاملہ نااہل کے سپرد کر دیا جانے لگے تو پھر تباہی کے وقت کا انتظار کرو۔ (کتاب الایمان، بخاری) لہٰذا قرآن وسنت کی روشنی میں ضروری ہوا کہ کسی ذمہ داری پر فائز ہونے کے لیے قاعدے کے مطابق اس کی اہلیت اور مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ جعلی ڈگری اسی لیے حاصل کی جاتی ہے کہ قاعدے سے اس ذمہ داری کی اہلیت کا حصول مشکل ہے۔ پس اس طرح ذمہ داری اٹھانا جعل سازی اور دھوکا دہی اور دوسرے کے مال پر ظلم بھی ہے، جو کسی طرح جائز نہیں۔ تو اس پر تنخواہ کیسے حلال ہو جائے گی؟

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ''، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔

www.rahimia.org